فصل چہارم

آخرت پر ایمان لانے کی دعوت

(۴)

آخرت کی عدالت میں ناقابلِ انکار شہادتوں سے اُس کے اعمال کا ثبوت پیش کیا جائے گا

لیکن قرآن مجید میں تصریح فرمائی گئی کہ آخرت میں فیصلہ اللہ تعالٰے صرف اپنے ذاتی علم کی بنا پر نہ کرے گا بلکہ وہ ہر شخص کے اعمال کا مفصل اور مکمل اور نہایت صحیح ریکارڈ تیار کرا رہا ہے، اور عدالتِ الٰہی میں ایسی شہادتیں آدمی کے اعمال کے بارے میں پیش کی جائیں گی جن کا انکار کسی طرح ممکن نہ ہوگا۔

إِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيَانِ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيدٌ ۔ مَا يَلْفِظُ مِن قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ ۔ (قٓ - ۱۷ - ۱۸)

دو کاتب اُس کے دائیں اور بائیں بیٹھے ہر چیز ثبت کر رہے ہیں۔ کوئی لفظ اس کی زبان سے نہیں نکلتا جسے محفوظ کرنے کے لیے ایک حاضر باش نگران موجود نہ ہو۔

مطلب یہ ہے کہ ایک طرف تو ہم خود براہِ راست انسان کی حرکات و سکنات اور اُس کے خیالات کو جانتے ہیں، دوسری طرف ہر انسان پر دو فرشتے مامور ہیں جو اس کی ایک ایک بات کو نوٹ کر رہے ہیں اور اس کا کوئی قول و فعل ان کے ریکارڈ سے نہیں چھوٹتا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ جس وقت اللہ کی عدالت میں انسان کی پیشی ہوگی اُس وقت اللہ کو خود بھی معلوم ہوگا کہ کون کیا کر کے آیا ہے، اور اس پر شہادت دینے کے لیے دو گواہ بھی موجود ہوں گے جو اُس کے اعمال کا دستاویزی ثبوت لا کر سامنے رکھ دیں گے۔ یہ دستاویزی ثبوت کس نوعیت کا ہوگا، اس کا ٹھیک تصور کرنا تو ہمارے لیے مشکل ہے۔ مگر جو حقائق آج ہمارے سامنے آ رہے ہیں انہیں دیکھ کر یہ بات بالکل یقینی معلوم ہوتی ہے کہ جس فضا میں انسان رہتا ہے اور کام کرتا ہے اُس میں ہر طرف اُس کی آوازیں، اُس کی تصویریں اور اس کی حرکات و سکنات کے نقوش ذرّے ذرّے پر ثبت ہو رہے ہیں اور ان

میں سے ہر چیز کو بعینہٖ انہی شکلوں اور آوازوں میں دوبارہ اِس طرح پیش کیا جا سکتا ہے کہ اصل اور نقل میں ذرہ برابر فرق نہ ہو۔ آج انسان یہ کام نہایت ہی محدود پیمانے پر آلات کی مدد سے کر رہا ہے۔ لیکن خدا کے فرشتے نہ اِن آلات کے محتاج ہیں نہ اِن قیود سے مقیّد۔ انسان کا اپنا جسم اور اس کے گرد و پیش کی ہر چیز اُن کی ٹیپ اور اُن کی فلم ہے جس پر وہ ہر آواز اور ہر تصویر کو اس کی نازک ترین تفصیلات کے ساتھ جُوں کی تُوں ثبت کر سکتے ہیں اور قیامت کے روز آدمی کو اس کے اپنے کانوں سے اُس کی اپنی آواز میں اس کی وہ باتیں سُنوا سکتے ہیں جو وہ دنیا میں کرتا تھا، اور اُس کی اپنی آنکھوں سے اس کے اپنے تمام کرتوتوں کی چلتی پھرتی تصویریں دکھا سکتے ہیں جن کی صحت سے انکار کرنا اس کے لیے ممکن نہ رہے۔

اِس مقام پر یہ بات بھی اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ آخرت کی عدالت میں کسی شخص کو محض اپنے ذاتی علم کی بنا پر سزا نہ دے گا بلکہ عدل کی تمام شرائط پوری کر کے اس کو سزا دے گا۔ اسی لیے دنیا میں ہر شخص کے اقوال و افعال کا مکمل ریکارڈ تیار کرایا جا رہا ہے تاکہ اس کی کارگزاریوں کا پورا ثبوت ناقابلِ انکار شہادتوں سے فراہم ہو جائے۔

وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۝ كِرَامًا	حالانکہ تم پر نگراں مقرر ہیں، ایسے معزز کاتب
كَاتِبِيْنَ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ	جو تمہارے ہر فعل کو جانتے ہیں۔

(الانفطار ۱۰ تا ۱۲)

یعنی تم لوگ دارالجزاء کا انکار کرو یا اُس کو جھٹلاؤ یا اُس کا مذاق اڑاؤ، اس سے حقیقت نہیں بدلتی۔ حقیقت یہ ہے کہ تمہارے رب نے تمہیں دنیا میں شترِ بے مہار بنا کر نہیں چھوڑ دیا ہے بلکہ اس نے تم میں سے ایک ایک آدمی پر نہایت راستباز نگراں مقرر کر رکھے ہیں جو بالکل بے لاگ طریقے سے تمہارے تمام اچھے اور بُرے اعمال کو ریکارڈ کر رہے ہیں اور ان سے تمہارا کوئی کام چھپا ہوا نہیں ہے، خواہ تم اندھیرے میں، خلوتوں میں، سنسان جنگلوں میں، یا اور کسی ایسی حالت میں اُس کا ارتکاب کرو جہاں تمہیں پُورا اطمینان ہو کہ جو کچھ تم نے کیا ہے وہ نگاہِ خلق سے مخفی رہ گیا ہے۔ ان نگراں فرشتوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے كِرَامًا كَاتِبِيْنَ کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ یعنی ایسے کاتب جو کریم (نہایت بزرگ اور معزز) ہیں۔ کسی سے نہ ذاتی محبت رکھتے ہیں نہ عداوت کہ ایک کی بے جا رعایت اور دوسرے کی ناروا مخالفت کر کے خلافِ واقعہ ریکارڈ تیار کر دیں۔ خائن بھی نہیں ہیں کہ اپنی ڈیوٹی پر حاضر ہوتے بغیر بطورِ خود غلط سلط اندراجات

کرلیں۔ رشوت خوار بھی نہیں ہیں کہ کچھ لے دے کر کسی کے حق میں یا کسی کے خلاف جھوٹی رپورٹیں کر دیں۔ اُن کا مقام اِن ساری اخلاقی کمزوریوں سے بلند ہے۔ اس لیے نیک و بد دونوں قسم کے انسانوں کو مطمئن رہنا چاہیے کہ ہر ایک کی نیکی بے کم و کاست ریکارڈ ہوگی، اور کسی کے ذمہ کوئی ایسی بدی نہ ڈال دی جائے گی جو اس نے نہ کی ہو۔ پھر ان فرشتوں کی دوسری صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ "جو کچھ تم کرتے ہو اُسے وہ جانتے ہیں"۔ یعنی ان کا حال دنیا کی سی آئی ڈی اور اطلاعات (INTELLIGENCE) کی ایجنسیوں جیسا نہیں ہے کہ ساری تگ و دو کے باوجود بہت سی باتیں ان سے چھپی رہ جاتی ہیں۔ وہ ہر ایک کے اعمال سے پوری طرح باخبر ہیں۔ ہر جگہ ہر حال میں ہر شخص کے ساتھ اِس طرح لگے ہوئے ہیں کہ اُسے یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ کوئی اس کی نگرانی کر رہا ہے۔ اور انہیں یہ تک معلوم ہوتا ہے کہ کس شخص نے کس نیت سے کوئی کام کیا ہے۔ اس لیے اُن کا مرتب کردہ ریکارڈ ایک مکمل ریکارڈ ہے جس میں درج ہونے سے کوئی بات رہ نہیں گئی ہے۔ اِسی کے متعلق سورۂ کہف آیت ۴۹ میں فرمایا گیا ہے کہ قیامت کے روز مجرمین یہ دیکھ کر حیران رہ جائیں گے کہ ان کا جو نامۂ اعمال پیش کیا جا رہا ہے اس میں کوئی چھوٹی یا بڑی بات درج ہونے سے نہیں رہ گئی ہے، جو کچھ انہوں نے کیا تھا وہ سب جوں کا توں ان کے سامنے حاضر ہے۔

وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَاۙ وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَاۚ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَاۙ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَاؕ

(الزلزال ۲ تا ۵)

اور زمین اپنے اندر کے سارے بوجھ نکال کر باہر ڈال دے گی، اور انسان کہے گا کہ یہ اِس کو کیا ہو رہا ہے؟ اُس روز وہ اپنے (اوپر گزرے ہوئے) حالات بیان کرے گی، کیونکہ تیرے رب نے اُسے (ایسا کرنے کا) حکم دیا ہوگا۔

یہ وہی مضمون ہے جو سورۂ اِنشقاق آیت ۴ میں اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَتَخَلَّتْ "اور جو کچھ اس کے اندر ہے اُسے باہر پھینک کر خالی ہو جائے گی"۔ اس کے کئی مطلب ہیں۔ ایک یہ کہ مرے ہوئے انسان زمین کے اندر جہاں جہاں جس شکل اور جس حالت میں بھی پڑے ہوں گے اُن سب کو وہ نکال کر باہر ڈال دے گی، اور بعد کا فقرہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ اُس وقت اُن کے جسم کے تمام بکھرے ہوئے اجزا جمع ہو کر از سرِ نو اُسی شکل و صورت میں زندہ ہو جائیں گے جس میں وہ پہلی زندگی کی حالت میں تھے، کیونکہ اگر ایسا نہ ہو اور وہ بالکل ہی نئے آدمی ہوں تو وہ یہ کیسے کہیں گے کہ زمین کو یہ کیا ہو رہا ہے۔ نئے

آدمیوں نے زمین کی پہلی حالت کو دیکھا ہی کب ہوگا کہ وہ یہ کہہ سکیں ؟ دوسرا مطلب یہ ہے کہ صرف مرے ہوئے انسانوں ہی کو وہ باہر نکال پھینکنے پر اکتفا نہ کرے گی، بلکہ ان کی پہلی زندگی کے افعال و اقوال اور حرکات و سکنات کی شہادتوں کا جو انبار اُس کی تہوں میں دبا پڑا ہے اُس سب کو بھی وہ نکال کر باہر ڈال دے گی۔ اِس پر بعد کا یہ فقرہ دلالت کرتا ہے کہ زمین اپنے اُوپر گزرے ہوئے حالات بیان کرے گی۔ تیسرا مطلب بعض مفسرین نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ سونا، چاندی، جواہر اور ہر قسم کی دولت جو زمین کے پیٹ میں ہے اس کے بھی ڈھیر کے ڈھیر وہ باہر نکال کر رکھ دے گی اور انسان دیکھے گا کہ یہی ہیں وہ چیزیں جن پر وہ دنیا میں مرا جاتا تھا، جن کی خاطر اُس نے قتل کیے، حق داروں کے حقوق مارے، چوریاں کیں، ڈاکے ڈالے، خشکی اور تری میں قزاقیاں کیں، جنگ کے معرکے برپا کیے، اور پوری پوری قوموں کو تباہ کر ڈالا۔ آج وہ سب کچھ سامنے موجود ہے اور اُس کے کسی کام کا نہیں بلکہ اُلٹا اس کے لیے عذاب کا سامان بنا ہوا ہے۔

دوسرے فقرے میں انسان سے مراد ہر انسان بھی ہوسکتا ہے، کیونکہ زندہ ہوکر ہوش میں آتے ہی پہلا تاثر ہر شخص پر یہی ہوگا کہ آخر یہ کیا ہو رہا ہے، بعد میں اُس پر یہ بات کھلے گی کہ یہ روزِ حشر ہے۔ اور انسان سے مراد آخرت کا منکر انسان بھی ہوسکتا ہے، کیونکہ جس چیز کو وہ غیر ممکن سمجھتا تھا وہ اس کے سامنے برپا ہو رہی ہوگی اور وہ اس پر حیران و پریشان ہوگا، رہے اہلِ ایمان تو انھیں کوئی حیرانی و پریشانی نہ ہوگی، اس لیے کہ سب کچھ ان کے عقیدہ و یقین کے مطابق ہو رہا ہوگا۔

تیسرے فقرے میں فرمایا گیا ہے کہ زمین اپنے حالات سنائے گی، کیونکہ اس کے رب نے اسے ایسا کرنے کا حکم دیا ہوگا۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھ کر پوچھا "جانتے ہو اس کے وہ حالات کیا ہیں"؟ لوگوں نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ فرمایا "وہ حالات یہ ہیں کہ زمین ہر بندے اور بندی کے بارے میں اُس عمل کی گواہی دے گی جو اس کی پیٹھ پر اُس نے کیا ہوگا۔ وہ کہے گی کہ اس نے فلاں دن فلاں کام کیا تھا۔ یہ ہیں وہ حالات جو زمین بیان کرے گی" (مسند احمد، ترمذی، نسائی، ابن جریر، عبد بن حمید، ابن المنذر، حاکم، ابن مردویہ، بیہقی فی الشعب)۔ حضرت ربیعۃ الجرشی کی روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا "ذرا زمین سے بچ کر رہنا کیونکہ یہ تمہاری جڑ بنیاد ہے اور اِس پر عمل کرنے والا کوئی شخص ایسا نہیں ہے جس کے عمل کی یہ خبر نہ دے، خواہ اچھا ہو یا بُرا" (معجم الطبرانی)۔ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "قیامت کے روز زمین ہر اُس عمل کو لے آئے گی جو اُس کی

پیٹھ پر کیا گیا ہوگا"۔ پھر آپ نے یہی آیات تلاوت فرمائیں (ابن مَردُوْیَہ - بَیْہَقی)۔حضرت علیؓ کے حالات میں لکھا ہے کہ جب آپ بیت المال کا سب روپیہ اہل حقوق میں تقسیم کر کے اُسے خالی کر دیتے تو اس میں دو رکعت نماز پڑھتے اور پھر فرماتے "تجھے گواہی دینی ہوگی کہ میں نے تجھ کو حق کے ساتھ بھرا اور حق ہی کے ساتھ خالی کر دیا"۔

زمین کے متعلق یہ بات کہ وہ قیامت کے روز اپنے اوپر گذرے ہوئے سب حالات اور واقعات بیان کرے گی، قدیم زمانے کے آدمی کے لیے تو بڑی حیران کن ہوگی کہ آخر زمین کیسے بولنے لگے گی۔لیکن آج علوم طبیعی کے انکشافات اور سینما، لاؤڈ سپیکر، ریڈیو، ٹیلیویژن، ٹیپ ریکارڈر، الکٹرانکس وغیرہ ایجادات کے اِس دور میں یہ سمجھنا کچھ بھی مشکل نہیں کہ زمین اپنے حالات کیسے بیان کرے گی۔انسان اپنی زبان سے جو کچھ بولتا ہے اُس کے نقوش ہوا میں، ریڈیائی لہروں میں، گھروں کی دیواروں اور اُن کے فرش اور چھت کے ذرّے ذرّے میں، اور اگر کسی سڑک یا میدان یا کھیت میں آدمی نے بات کی ہو تو اُن سب کے ذرّات میں ثبت ہیں۔اللہ تعالیٰ جس وقت چاہے ان ساری آوازوں کو ٹھیک اُسی طرح ان چیزوں سے دُہروا سکتا ہے جس طرح کبھی وہ انسان کے منہ سے نکلی تھیں۔انسان اپنے کانوں سے اُس وقت سُن لے گا کہ یہ اُس کی اپنی ہی آوازیں ہیں۔ اور اُس کے سب جاننے والے پہچان لیں گے کہ جو کچھ وہ سُن رہے ہیں وہ اُسی شخص کی آواز اور اُسی کا لہجہ ہے۔ پھر انسان نے زمین پر جہاں جس حالت میں بھی کوئی کام کیا ہے اُس کی ایک ایک حرکت کا عکس اُس کے گرد و پیش کی تمام چیزوں پر پڑا ہے اور اس کی تصویر اُن پر نقش ہو چکی ہے۔بالکل گھُپ اندھیرے میں بھی اُس نے کوئی فعل کیا ہو تو خدا کی خدائی میں ایسی شعاعیں موجود ہیں جن کے لیے اندھیرا اور اُجالا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ وہ ہر حالت میں اس کی تصویر لے سکتی ہیں۔یہ ساری تصویریں قیامت کے روز ایک متحرک فلم کی طرح انسان کے سامنے آجائیں گی اور یہ دکھا دیں گی کہ وہ زندگی بھر کس وقت، کہاں کہاں کیا کچھ کرتا رہا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ ہر انسان کے اعمال کو براہِ راست خود جانتا ہے، مگر آخرت میں جب وہ عدالت قائم کرے گا تو جس کو بھی سزا دے گا، انصاف کے تمام تقاضے پورے کر کے دے گا۔اُس کی عدالت میں ہر مجرم انسان کے خلاف جو مقدمہ قائم کیا جائے گا اُس کو ایسی کھُلی شہادتوں سے ثابت کر دیا جائے گا کہ اُس کے مجرم ہونے میں کسی کلام کی گنجائش باقی نہ رہے گی۔سب سے پہلے تو وہ نامۂ اعمال ہے جس میں ہر وقت اُس کے ساتھ لگے ہوئے کراماً کاتبین اُس کے ایک ایک قول اور فعل کا ریکارڈ درج کر رہے ہیں۔یہ نامۂ اعمال

اس کے ہاتھ میں دے دیا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا کہ "پڑھ اپنا کارنامۂ حیات، اپنا حساب لینے کے لیے تو خود کافی ہے" (بنی اسرائیل - ۱۴) - انسان اسے پڑھ کر حیران رہ جائے گا کہ کوئی چھوٹی یا بڑی چیز ایسی نہیں ہے جو اس میں ٹھیک ٹھیک درج نہ ہو (الکہف - ۴۹) - اس کے بعد انسان کا اپنا جسم ہے جس سے اس نے دنیا میں کام لیا ہے - اللہ کی عدالت میں اس کی اپنی زبان شہادت دے گی کہ اس سے وہ کیا کچھ بولتا رہا ہے، اس کے اپنے ہاتھ پاؤں شہادت دیں گے کہ ان سے کیا کیا کام اس نے لیے (النور - ۲۴) - اس کی آنکھیں شہادت دیں گی کہ ان سے اس نے کیا کچھ دیکھا - اس کے کان شہادت دیں گے کہ ان سے اس نے کیا کچھ سنا - اس کے جسم کی پوری کھال اس کے افعال کی شہادت دے گی - وہ حیران ہو کر اپنے اعضا سے کہے گا کہ تم بھی میرے خلاف گواہی دے رہے ہو؟ اس کے اعضا جواب دیں گے کہ آج جس خدا کے حکم سے ہر چیز بول رہی ہے اسی کے حکم سے ہم بھی بول رہے ہیں (حٰم السجدہ - ۲۰ تا ۲۲) - اس پر مزید وہ شہادتیں ہیں جو زمین اور اس کے پورے ماحول سے پیش کی جائیں گی جن میں آدمی اپنی آوازیں خود اپنے کانوں سے سنے گا اور اپنی حرکات کی ہو بہو تصویریں خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لے گا - اس سے بھی آگے بڑھ کر یہ کہ انسان کے دل میں جو خیالات، ارادے اور مقاصد چھپے ہوئے تھے، اور جن نیتوں کے ساتھ اس نے اعمال کیے تھے وہ بھی نکال کر سامنے رکھ دیے جائیں گے جیسا کہ سورۂ عادیات میں بیان کیا گیا ہے - یہی وجہ ہے کہ اتنے قطعی اور صریح اور ناقابل انکار ثبوت سامنے آجانے کے بعد انسان دم بخود رہ جائے گا اور اس کے لیے اپنی معذرت میں کچھ کہنے کا موقع باقی نہ رہے گا جیسا کہ سورۂ المرسلات، آیات ۳۵ - ۳۶ میں ارشاد ہوا ہے -

وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ۭ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا (الکہف ۴۹)	اور نامۂ اعمال سامنے رکھ دیا جائے گا - اس وقت تم دیکھو گے کہ مجرم لوگ اپنی کتابِ زندگی کے اندراجات سے ڈر رہے ہوں گے اور کہہ رہے ہوں گے کہ "ہائے ہماری کم بختی، یہ کیسی کتاب ہے کہ ہماری کوئی چھوٹی یا بڑی حرکت ایسی نہیں رہی جو اس میں درج نہ ہو گئی ہو"۔ جو جو کچھ انہوں نے کیا تھا وہ سب اپنے سامنے حاضر پائیں گے اور تیرا رب کسی پر ظلم نہ کرے گا -

یعنی ایسا ہرگز نہ ہوگا کہ کسی نے کوئی جرم نہ کیا ہو اور وہ خواہ مخواہ اُس کے نامۂ اعمال میں لکھ دیا جائے، اور نہ یہی ہوگا کہ آدمی کو اس کے جرم سے بڑھ کر سزا دی جائے، یا بے گناہ کو پکڑ کر سزا دے ڈالی جائے۔

وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوهُ فِي الزُّبُرِ وَ	جو کچھ انہوں نے کیا ہے وہ سب دفتروں میں
كُلُّ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ مُسْتَطَرٌ	درج ہے اور ہر چھوٹی بڑی بات لکھی ہوئی موجود ہے۔
(القمر ۵۲-۵۳)	

یعنی یہ لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا نہ رہیں کہ ان کا کیا دھرا کہیں غائب ہوگیا ہے۔ نہیں، ہر شخص، ہر گروہ، اور ہر قوم کا پورا ریکارڈ محفوظ ہے اور اپنے وقت پر وہ سامنے آجائے گا۔

يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ جَمِيعًا	(یہ ذلت کا عذاب ہونا ہے) اُس دن جب
فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوا	اللہ اُن سب کو پھر سے زندہ کرکے اُٹھائے گا اور
أَحْصَاهُ اللَّهُ وَنَسُوهُ	اُنہیں بتا دے گا کہ وہ کیا کچھ کرکے آئے ہیں۔ وہ
وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ	بھول گئے ہیں مگر اللہ نے ان کا سب کیا دھرا گن
	گن کر محفوظ کر رکھا ہے اور اللہ ایک ایک چیز پر
(المجادلہ۔ ۶)	شاہد ہے۔

یعنی اُن کے بھول جانے سے معاملہ رفت گذشت نہیں ہوگیا ہے۔ اُن کے لیے خدا کی نافرمانی اور اُس کے احکام کی خلاف ورزی ایسی معمولی چیز ہو سکتی ہے کہ اُس کا ارتکاب کرکے اسے یاد تک نہ رکھیں، بلکہ اسے کوئی قابلِ اعتراض چیز ہی نہ سمجھیں کہ اُس کی کچھ پروا اُنہیں ہو۔ مگر خدا کے نزدیک یہ کوئی معمولی چیز نہیں ہے۔ اُس کے ہاں اُن کا ہر کرتوت نوٹ ہو چکا ہے۔ کس شخص نے، کب، کہاں، کس غرض سے، کیا حرکت کی، اُس حرکت کے بعد اُس کا اپنا ردِّ عمل کیا تھا، اور اس کے کیا نتائج، کہاں کہاں، کس کس شکل میں برآمد ہوئے، یہ سب کچھ اس کے دفتر میں لکھ لیا گیا ہے۔

اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلَىٰ أَفْوَاهِهِمْ	آج ہم ان کے منہ بند کیے دیتے ہیں، ان کے ہاتھ
وَتُكَلِّمُنَا أَيْدِيهِمْ وَتَشْهَدُ	ہم سے بولیں گے اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے کہ
أَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ	یہ دنیا میں کیا کمائی کرتے رہے ہیں۔
(یٰسٓ۔ ۶۵)	

یہ حکم اُن ہیکڑ مجرموں کے معاملہ میں دیا جائے گا جو اپنے جرائم کا اقبال کرنے سے انکار کریں گے، گواہیوں کو بھی جھٹلا دیں گے، اور نامۂ اعمال کی صحت بھی تسلیم نہ کریں گے۔ تب اللہ تعالیٰ حکم دے گا کہ اچھا، اپنی بکواس بند کرو اور دیکھو کہ تمہارے اپنے اعضائے بدن تمہارے کرتوتوں کی کیا روداد سناتے ہیں۔

يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ	وہ اس دن کو بھول نہ جائیں جبکہ ان کی
وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا	زبانیں اور اُن کے اپنے ہاتھ پاؤں ان کے کرتوتوں
كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ (النور۔۲۴)	کی گواہی دیں گے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایک طرف تو سورۃ یٰسٓ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم ان کے منہ بند کر دیں گے، اور دوسری طرف سورۃ نور کی اس آیت میں فرماتا ہے کہ اُن کی زبانیں گواہی دیں گی۔ اِن دونوں باتوں میں تطابق کیسے ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ منہ بند کر دینے سے مراد اُن کا اختیارِ کلام سلب کر لینا ہے، یعنی اس کے بعد وہ اپنی زبان سے اپنی مرضی کے مطابق بات نہ کر سکیں گے۔ اور زبانوں کی شہادت سے مُراد یہ ہے کہ اُن کی زبانیں خود یہ داستان شروع کر دیں گی کہ ہم سے ان ظالموں نے کیا کام لیا تھا، کیسے کیسے کُفر بکے تھے، کیا کیا جھوٹ بولے تھے، کیا کیا فتنے برپا کیے تھے، اور کس کس موقع پر انہوں نے ہمارے ذریعہ سے کیا باتیں کی تھیں۔

حَتّٰىٓ اِذَا مَا جَآءُوْهَا شَهِدَ	پھر جب سب وہاں پہنچ جائیں گے تو ان کے
عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ	کان اور ان کی آنکھیں اور اُن کے جسم کی کھالیں ان پر
وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ٥	گواہی دیں گی کہ وہ دنیا میں کیا کچھ کرتے رہے ہیں۔ وہ
وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ	اپنے جسم کی کھالوں سے کہیں گے "تم نے ہمارے
عَلَيْنَا ؕ قَالُوْٓا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْٓ	خلاف کیوں گواہی دی؟" وہ جواب دیں گی "ہمیں
اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَّهُوَ خَلَقَكُمْ	اُسی خدا نے گویائی دی ہے جس نے ہر چیز کو گویا کر
اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ٥	دیا ہے۔" اُسی نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا اور اسی
(حٰمٓ السجدہ۔ ۲۰-۲۱)	کی طرف تم پلٹائے جا رہے ہو۔

احادیث میں اس کی تشریح یہ آئی ہے کہ جب کوئی ہیکڑ مجرم اپنے جرائم کا انکار ہی کرتا چلا جائے گا اور تمام شہادتوں کو بھی جھٹلانے پر تُل جائے گا تو پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کے جسم کے اعضاء ایک ایک

کرکے شہادت دیں گے کہ اُس نے ان سے کیا کیا کام لیے تھے ۔ یہ مضمون حضرت انسؓ حضرت ابوموسٰی اشعریؓ حضرت ابوسعید خُدریؓ اور حضرت ابن عباسؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے اور مسلم، نسائی، ابن جریر، ابن ابی حاتم، بزّار وغیرہ محدثین نے ان روایات کو نقل کیا ہے ۔

یہ آیت منجملہ اُن بہت سی آیات کے ہے جن سے یہ ثابت ہوتا کہ عالمِ آخرت محض ایک روحانی عالم نہیں ہوگا بلکہ انسان وہاں دوبارہ اُسی طرح جسم و رُوح کے ساتھ زندہ کیے جائیں گے جس طرح وہ اب دنیا میں ہیں، بلکہ اُن کو جسم بھی وہی دیا جائے گا جس میں اب وہ رہتے ہیں ۔ وہی تمام اجزاء اور جواہر (ATOMS) جن سے اُن کے بدن اِس دنیا میں مرکب تھے، قیامت کے روز جمع کر دیے جائیں گے اور وہ اپنے اُنہی سابق جسموں کے ساتھ اُٹھائے جائیں گے جن کے اندر رہ کر وہ دنیا میں کام کر چکے تھے ۔ ظاہر ہے کہ انسان کے اعضاء وہاں اُسی صورت میں تو گواہی دے سکتے ہیں جبکہ وہ وہی اعضاء ہوں جن سے اُس نے اپنی پہلی زندگی میں جرم کا ارتکاب کیا تھا ۔ اس مضمون پر قرآن مجید کی حسبِ ذیل آیات بھی دلیلِ قاطع ہیں؛ بنی اسرائیل، آیات ۴۹ تا ۵۱-۹۸ المومنون، ۳۵ تا ۳۸ - ۸۲ - ۸۳ - النور، ۲۴ - السجدہ، ۱۰ - یٰسٓ، ۶۵-۷۸-۷۹، الصافات، ۱۶ تا ۱۸- الواقعہ، ۴۷ تا ۵۰ - النازعات، ۱۰ تا ۱۴ -

اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى وَ نَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَ اٰثَارَهُمْ ۭ وَ كُلَّ شَیْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ ۔ (یٰسٓ - ۱۲)	ہم یقیناً ایک روز مُردوں کو زندہ کرنے والے ہیں۔ جو کچھ افعال انہوں نے کیے ہیں وہ سب ہم لکھتے جا رہے ہیں، اور جو کچھ آثار انہوں نے پیچھے چھوڑے ہیں وہ بھی ہم ثبت کر رہے ہیں ۔ ہر چیز کو ہم نے ایک کھُلی کتاب میں درج کر رکھا ہے ۔

اس سے معلوم ہوا کہ انسان کا نامۂ اعمال تین قسم کے اندراجات پر مشتمل ہے ۔ ایک یہ کہ ہر شخص جو کچھ بھی اچھا یا بُرا عمل کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے دفتر میں لکھ لیا جاتا ہے ۔ دوسرے، اپنے گردوپیش کی اشیاء اور خود اپنے جسم کے اعضاء پر جو نقوش (IMPRESSIONS) بھی انسان مُرتسم کرتا ہے وہ سب کے سب ثبت ہو جاتے ہیں، اور یہ سارے نقوش ایک وقت اِس طرح اُبھر آئیں گے کہ اُس کی اپنی آواز سُنی جائے گی، اس کے اپنے خیالات اور نیتوں اور ارادوں کی پوری داستان اس کی لوحِ ذہن پر لکھی نظر آئے گی، اور اس کے ایک ایک اچھے اور بُرے فعل اور اس کی تمام حرکات و سکنات کی تصویریں سامنے آ جائیں گی ۔ تیسرے، اپنے مرنے کے بعد اپنی

آئندہ نسل پر، اپنے معاشرے پر اور پوری انسانیت پر اپنے اچھے اور بُرے اعمال کے جو اثرات وہ چھوڑ گیا ہے وہ جس وقت تک اور جہاں جہاں تک کارفرما رہیں گے وہ سب اس کے حساب میں لکھے جاتے رہیں گے۔ اپنی اولاد کو جو بھی اچھی یا بُری تربیت اُس نے دی ہے، اپنے معاشرے میں جو بھلائیاں یا بُرائیاں بھی اس نے پھیلائی ہیں، اور انسانیت کے حق میں جو پھول یا کانٹے بھی وہ بو گیا ہے ان سب کا پورا ریکارڈ اس وقت تک تیار کیا جاتا رہے گا جب تک اس کی لگائی ہوئی یہ فصل دنیا میں اپنے اچھے یا بُرے پھل لاتی رہے گی۔

وَتَرٰی كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً قف كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰٓى اِلٰى كِتٰبِهَا ط اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ o هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ط اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔ (الجاثیہ ۲۸-۲۹)

اُس وقت تم ہر گروہ کو گھٹنوں کے بل گرا دیکھو گے۔ ہر گروہ کو پکارا جائے گا کہ آئے اور اپنا نامۂ اعمال دیکھے۔ ان سے کہا جائے گا: "آج تم لوگوں کو ان اعمال کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کرتے رہے تھے۔ یہ ہمارا تیار کرایا ہوا نامۂ اعمال ہے جو تمہارے اوپر ٹھیک ٹھیک شہادت دے رہا ہے۔ جو کچھ بھی تم کرتے تھے اسے ہم لکھواتے جا رہے تھے۔"

لکھوانے کی صرف یہی ایک ممکن صورت نہیں ہے کہ کاغذ پر قلم سے لکھوایا جائے۔ انسانی اقوال و افعال کو ثبت کرنے اور دوبارہ اُن کو بعینہٖ اُسی شکل میں پیش کر دینے کی متعدد دوسری صورتیں اسی دنیا میں خود انسان دریافت کر چکا ہے، اور ہم تصور بھی نہیں کر سکتے کہ آگے اس کے اور کیا امکانات پوشیدہ ہیں جو کبھی انسان ہی کی گرفت میں آ جائیں گے۔ اب یہ کون جان سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کس کس طرح انسان کی ایک ایک بات، اور اس کی حرکات و سکنات میں سے ایک ایک چیز اور اُس کی نیتوں اور ارادوں اور خواہشات اور خیالات میں سے ہر مخفی سے مخفی شے کو ثبت کرا رہا ہے، اور کس طرح وہ ہر آدمی، ہر گروہ اور ہر قوم کا پورا کارنامۂ حیات بے کم و کاست اس کے سامنے لا کر رکھ دے گا۔

وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ (المرسلات - ۱۱)

اور جب رسولوں کی حاضری کا وقت آ پہنچے گا۔

قرآن کریم میں متعدد مقامات پر یہ بات بیان کی گئی ہے کہ میدانِ حشر میں جب نوعِ انسانی کا مقدمہ پیش ہوگا تو ہر قوم کے رسول کو شہادت کے لیے پیش کیا جائے گا تاکہ وہ اس امر کی گواہی دے کہ اُس نے اللہ کا

پیغام اُن لوگوں تک پہنچا دیا تھا۔ یہ گمراہوں اور مجرموں کے خلاف اللہ کی سب سے پہلی اور سب سے بڑی حجت ہوگی جس سے یہ ثابت کیا جائے گا کہ وہ اپنی غلط روش کے خود ذمہ دار ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو خبردار کرنے میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھی گئی تھی۔ مثال کے طور پر حسبِ ذیل مقامات ملاحظہ ہوں: تفہیم القرآن، جلد دوم، الاعراف، آیات ۱۷۲، ۱۷۳۔ حواشی ۱۳۴، ۱۳۵۔ جلد چہارم، الزُمر، آیت ۶۹، حاشیہ ۸۰۔ جلد ششم، الملک، آیت ۸۔ حاشیہ ۱۴۔

وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ (الزُمر ۶۹)

اور کتابِ اعمال لا کر رکھ دی جائے گی، انبیاء اور تمام گواہ حاضر کر دیے جائیں گے، لوگوں کے درمیان ٹھیک ٹھیک حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور اُن پر کوئی ظلم نہ ہوگا۔

انبیاء تو اس امر کی گواہی دیں گے کہ انہوں نے خدا کا پیغام پہنچا دیا تھا۔ ان کے سوا دوسرے گواہوں سے مراد وہ گواہ بھی ہیں جو اِس بات کی شہادت دیں گے کہ انبیاء کے بعد لوگوں تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیا گیا تھا، اور وہ گواہ بھی جو لوگوں کے اعمال کی شہادت پیش کریں گے۔ ضروری نہیں ہے کہ یہ گواہ صرف انسان ہی ہوں۔ فرشتے اور جن اور حیوانات، اور انسانوں کے اپنے اعضاء اور درودیوار اور شجر و حجر، سب ان گواہوں میں شامل ہوں گے۔

اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُوْرِ ۔ وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُوْرِ (العٰدیٰت ۹-۱۰)

تو کیا وہ اس وقت کو نہیں جانتا جب قبروں میں جو کچھ (مدفون) ہے اُسے نکال لیا جائے گا، اور سینوں میں جو کچھ (مخفی) ہے اُسے برآمد کر کے اس کی جانچ پڑتال کی جائے گی؟

یعنی مرے ہوئے انسان جہاں جس حالت میں بھی پڑے ہوں گے وہاں سے اُن کو نکال کر زندہ انسانوں کی شکل میں اُٹھا لایا جائے گا۔ اور دلوں میں جو ارادے اور نیتیں، جو اغراض و مقاصد، جو خیالات و افکار اور ظاہری افعال کے پیچھے جو محرکات (MOTIVES) چھپے ہوئے ہوں گے وہ سب کھول کر رکھ دیے جائیں گے۔ اور ان کی جانچ پڑتال کر کے اچھائی کو الگ اور بُرائی کو الگ چھانٹ دیا جائے گا۔ بالفاظِ دیگر فیصلہ صرف ظاہر ہی کو دیکھ کر نہیں کیا جائے گا کہ انسان نے عملاً کیا کچھ کیا، بلکہ دلوں میں چھپے ہوئے رازوں کو بھی

نکال کر یہ دیکھا جائے گا کہ جو کام انسان نے کیے وہ کس نیت سے اور کس غرض سے کیے۔ اس بات پر اگر غور کیا جائے تو انسان یہ تسلیم کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اصلی اور مکمل انصاف خدا کی عدالت کے سوا اور کہیں نہیں ہو سکتا۔ دنیا کے لادینی قوانین بھی اصولی حیثیت سے یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ کسی شخص کے محض ظاہری فعل کی بنا پر اسے سزا نہ دی جائے بلکہ یہ بھی دیکھا جائے کہ اس نے کس نیت سے وہ فعل کیا ہے۔ لیکن دنیا کی کسی عدالت کے پاس بھی وہ ذرائع نہیں ہیں جن سے وہ نیت کی ٹھیک ٹھیک تحقیق کر سکے۔ یہ صرف اور صرف خدا ہی کر سکتا ہے کہ انسان کے ہر ظاہری فعل کے پیچھے جو باطنی محرکات کار فرما رہے ہیں ان کی بھی جانچ پڑتال کرے اور اس کے بعد یہ فیصلہ کرے کہ وہ کس جزا یا سزا کا مستحق ہے۔ پھر آیت کے الفاظ یہ ظاہر کرتے ہیں کہ یہ فیصلہ محض اللہ کے اُس علم کی بنا پر نہیں ہوگا جو وہ دلوں کے ارادوں اور نیتوں کے متعلق پہلے ہی سے رکھتا ہے، بلکہ قیامت کے روز ان رازوں کو کھول کر علانیہ سامنے رکھ دیا جائے گا اور کھلی عدالت میں جانچ پڑتال کر کے یہ دکھا دیا جائے گا کہ ان میں خیر کیا تھی اور شر کیا تھا۔ اسی لیے حُصِّلَ مَا فِي الصُّدُوْرِ کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ تحصیل کے معنی کسی چیز کو نکال کر باہر لانے کے بھی ہیں، مثلاً چھلکا اتار کر مغز نکالنا۔ اور مختلف چیزوں کو چھانٹ کر ایک دوسرے سے الگ کرنے کے لیے بھی یہ لفظ بولا جاتا ہے۔ لہٰذا دلوں کے اسرار کی تحصیل میں یہ دونوں معنی شامل ہیں۔ ان کو کھول کر ظاہر کر دینا بھی اور ان کو چھانٹ کر برائی اور بھلائی کو الگ کر دینا بھی۔

يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ، وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ، وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ وَّ مَا هُوَ بِالْهَزْلِ۔ (الطارق۔ ۹ تا ۱۴)	جس روز پوشیدہ اسرار کی جانچ پڑتال ہوگی اس وقت انسان کے پاس نہ خود اپنا کوئی زور ہوگا اور نہ کوئی اس کی مدد کرنے والا ہوگا۔ قسم ہے بارش برسانے والے آسمان کی اور (نباتات اُگتے وقت) پھٹ جانے والی زمین کی، یہ ایک جچی تلی بات ہے، ہنسی مذاق نہیں ہے۔

پوشیدہ اسرار سے مراد ہر شخص کے وہ اعمال بھی ہیں جو دنیا میں ایک راز بن کر رہ گئے، اور وہ معاملات بھی ہیں جو اپنی ظاہری صورت میں تو دنیا کے سامنے آئے مگر ان کے پیچھے جو نیتیں اور اغراض اور خواہشات کام کر رہی تھیں، ان کے جو باطنی محرکات تھے اُن کا حال لوگوں سے چھپا رہ گیا۔ قیامت کے روز یہ سب کچھ کھل کر سامنے آجائے گا اور جانچ پڑتال صرف اسی بات کی نہیں ہوگی کہ کس شخص نے کیا کچھ کیا، بلکہ

اس بات کی بھی ہوگی کہ کس وجہ سے کیا، کیا غرض اور کس نیت اور کس مقصد سے کیا۔ اِسی طرح یہ بات بھی ساری دُنیا سے، حتیٰ کہ خود ایک فعل کرنے والے انسان سے بھی مخفی رہ گئی ہے کہ جو فعل اس نے کیا اُس کے کیا اثرات دنیا میں ہوئے، کہاں کہاں پہنچے اور کتنی مدت تک چلتے رہے۔ یہ راز بھی قیامت ہی کے روز کُھلے گا اور اُس کی پوری جانچ پڑتال ہوگی کہ جو بیج کوئی شخص دنیا میں بو گیا تھا اُس کی فصل کس کس شکل میں کب تک کٹتی رہی اور کون کون اسے کاٹتا رہا۔

آخری فقروں کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح آسمان سے بارشوں کا برسنا اور زمین کا شق ہوکر نباتات اپنے اندر سے اُگلنا کوئی مذاق نہیں ہے بلکہ ایک سنجیدہ حقیقت ہے، اُسی طرح قرآن جس چیز کی خبر دے رہا ہے کہ انسان کو پھر اپنے خدا کی طرف پلٹنا ہے، یہ بھی کوئی ہنسی مذاق کی بات نہیں ہے بلکہ ایک دوٹوک بات ہے، ایک سنجیدہ حقیقت ہے، ایک اٹل قولِ حق ہے جسے پورا ہو کر رہنا ہے۔

يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍۢ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ. بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ ۙ وَّلَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ. (القیامہ۔ ۱۳ تا ۱۵)	اُس روز انسان کو اس کا سب اگلا پچھلا کیا کرایا بتا دیا جائے گا۔ بلکہ انسان خود ہی اپنے آپ کو خوب جانتا ہے چاہے وہ کتنی ہی معذرتیں پیش کرے۔

اصل الفاظ میں بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ۔ یہ بڑا جامع فقرہ ہے جس کے کئی معنی ہوسکتے ہیں، اور غالباً وہ سب ہی مراد ہیں۔ ایک معنی اس کے یہ ہیں کہ آدمی کو اُس روز یہ بھی بتا دیا جائے گا کہ اپنی دُنیا کی زندگی میں مرنے سے پہلے کیا نیکی یا بدی کما کر اُس نے اپنی آخرت کے لیے آگے بھیجی تھی اور یہ حساب بھی اُس کے سامنے رکھ دیا جائے گا کہ اپنے اچھے یا بُرے اعمال کے کیا اثرات وہ اپنے پیچھے دنیا میں چھوڑ آیا تھا جو اُس کے بعد مُدتہائے دراز تک آنے والی نسلوں میں چلتے رہے۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ اُسے وہ سب کچھ بتا دیا جائے گا جو اسے کرنا چاہیے تھا مگر اُس نے نہیں کیا اور جو کچھ نہ کرنا چاہیے تھا وہ اُس نے کر ڈالا۔ تیسرے معنی یہ ہیں کہ جو کچھ اُس نے پہلے کیا اور جو کچھ بعد میں کیا اُس کا پورا حساب تاریخ وار اس کے سامنے رکھ دیا جائے گا۔ چوتھے معنی یہ ہیں کہ جو نیکی یا بدی اُس نے کی وہ بھی اسے بتا دی جائے گی اور جس نیکی یا بدی کے کرنے سے وہ باز رہا اُس سے بھی اُسے آگاہ کر دیا جائے گا۔

مگر آدمی کا نامۂ اعمال اُس کے سامنے رکھنے کی غرض درحقیقت یہ نہیں ہوگی کہ مجرم کو اس کا جُرم بتایا

جائے، بلکہ ایسا کرنا تو اس وجہ سے ضروری ہوگا کہ انصاف کے تقاضے بر سر عدالت جرم کا ثبوت پیش کیے بغیر پورے نہیں ہوتے۔ ورنہ ہر انسان خوب جانتا ہے کہ وہ خود کیا ہے۔ اپنے آپ کو جاننے کے لیے وہ اس کا محتاج نہیں ہوتا کہ اسے کوئی دوسرا بتائے کہ وہ کیا ہے۔ ایک جھوٹا دنیا بھر کو دھوکہ دے سکتا ہے، لیکن اُسے خود تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے۔ ایک چور لاکھ حیلے اپنی چوری چھپانے کے لیے اختیار کر سکتا ہے، مگر اس کے اپنے نفس سے تو یہ بات مخفی نہیں ہوتی کہ وہ چور ہے۔ ایک گمراہ آدمی ہزار دلیلیں پیش کر کے لوگوں کو یہ یقین دلا سکتا ہے کہ وہ جس کفر یا دہریت یا شرک کا قائل ہے وہ درحقیقت اُس کی ایماندارانہ رائے ہے، لیکن اس کا اپنا ضمیر تو اس سے بے خبر نہیں ہوتا کہ ان عقائد پر وہ کیوں جما ہوا ہے اور ان کی غلطی سمجھنے اور تسلیم کرنے سے دراصل کیا چیز اُسے روک رہی ہے۔ ایک ظالم، ایک بددیانت، ایک بدکردار، ایک حرام خور اپنی بداعمالیوں کے لیے طرح طرح کی معذرتیں پیش کر کے خود اپنے ضمیر تک کا منہ بند کرنے کی کوشش کر سکتا ہے تاکہ وہ اسے ملامت کرنے سے باز آجائے اور یہ مان لے کہ واقعی کچھ مجبوریاں، کچھ مصلحتیں، کچھ ضرورتیں ایسی ہیں جن کی وجہ سے وہ یہ سب کچھ کر رہا ہے، لیکن اس کے باوجود اُس کو یہ علم تو بہر حال ہوتا ہی ہے کہ اس نے کس پر کیا ظلم کیا ہے، کس کا حق مارا ہے، کس کی عصمت خراب کی ہے، کس کو دھوکا دیا ہے، اور کن ناجائز طریقوں سے کیا کچھ حاصل کیا ہے۔ اس لیے آخرت کی عدالت میں پیش ہوتے وقت ہر کافر، ہر منافق، ہر فاسق و فاجر اور مجرم خود جانتا ہوگا کہ وہ کیا کر کے آیا ہے اور کس حیثیت میں آج اپنے خدا کے سامنے کھڑا ہے۔

فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى	پھر جب وہ ہنگامۂ عظیم برپا ہوگا، اس
يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا	روز انسان اپنا سب کیا دھرا یاد کرے گا۔
سَعٰى۝ (النّٰزعٰت ۳۴-۳۵)	

یعنی جب انسان دیکھ لے گا کہ وہی محاسبے کا دن آگیا ہے جس کی اُسے دنیا میں خبر دی جا رہی تھی، تو قبل اس کے کہ اُس کا نامۂ اعمال اُس کے ہاتھ میں دے دیا جائے، اُسے ایک ایک کر کے اپنی وہ سب حرکتیں یاد آنے لگیں گی جو وہ دنیا میں کر کے آیا ہوگا۔ بعض لوگوں کو یہ تجربہ خود اس دنیا میں بھی ہوتا ہے کہ اگر کبھی یکایک کسی وقت وہ کسی ایسے خطرے سے دوچار ہو جاتے ہیں جس سے موت اُن کو بالکل قریب کھڑی نظر آنے لگتی ہے تو اپنی پوری زندگی کی فلم اُن کی چشمِ تصور کے سامنے یک لخت پھر جاتی ہے۔

وَجِایْٓءَ یَوْمَئِذٍۭ بِجَهَنَّمَ ۙ	اور جہنم اُس روز سامنے لے آئی جائے گی،
یَوْمَئِذٍ یَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ	اُس دن انسان کو سمجھ آئے گی، حالانکہ اُس وقت
وَاَنّٰی لَهُ الذِّكْرٰی ؕ یَقُوْلُ	اُس کے سمجھنے کا کیا حاصل؟ وہ کہے گا کہ کاش
یٰلَیْتَنِیْ قَدَّمْتُ لِحَیَاتِیْ ؕ	میں نے اپنی اس زندگی کے لیے کچھ پیشگی سامان
(الفجر ۲۳-۲۴)	کیا ہوتا۔

اصل الفاظ ہیں یَوْمَئِذٍ یَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰی لَهُ الذِّكْرٰی۔ اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ اُس روز انسان یاد کرے گا کہ وہ دنیا میں کیا کچھ کر کے آیا ہے اور اس پر نادم ہوگا، مگر اس وقت یاد کرنے اور نادم ہونے کا کیا فائدہ۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ اس روز انسان کو ہوش آئے گا، اُسے نصیحت حاصل ہوگی، اُس کی سمجھ میں یہ بات آئے گی کہ جو کچھ اُسے انبیاء نے بتایا تھا وہی صحیح تھا اور اُن کی بات نہ مان کر اُس نے حماقت کی، مگر اُس وقت ہوش میں آنے اور نصیحت پکڑنے اور اپنی غلطی کو سمجھنے کا کیا فائدہ۔

عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ	اُس وقت ہر شخص کو اس کا اگلا پچھلا سب
وَاَخَّرَتْ (الانفطار ۵)	کیا دھرا معلوم ہو جائے گا۔

اصل الفاظ ہیں مَا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ۔ ان الفاظ کے کئی مفہوم ہو سکتے ہیں اور وہ سب ہی یہاں مراد ہیں مثلاً:

۱۔ جو اچھا یا بُرا عمل آدمی نے کر کے آگے بھیج دیا وہ مَا قَدَّمَتْ ہے اور جس کے کرنے سے وہ باز رہا وہ مَا اَخَّرَتْ۔ اس لحاظ سے یہ الفاظ تقریباً انگریزی زبان کے الفاظ COMMISSION اور OMISSION کے ہم معنی ہیں۔

۲۔ جو کچھ پہلے کیا وہ مَا قَدَّمَتْ ہے اور جو کچھ بعد میں کیا وہ مَا اَخَّرَتْ، یعنی آدمی کا پورا نامۂ اعمال ترتیب وار اور تاریخ وار اس کے سامنے آجائے گا۔

۳۔ جو اچھے اور بُرے اعمال آدمی نے اپنی زندگی میں کیے وہ مَا قَدَّمَتْ ہیں اور ان اعمال کے جو آثار و نتائج وہ انسانی معاشرے میں اپنے پیچھے چھوڑ گیا وہ مَا اَخَّرَتْ۔

یَوْمَئِذٍ یَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا ۙ	اس روز لوگ متفرق حالت میں پلٹیں گے تاکہ

لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ۞ فَمَنْ يَّعْمَلْ	اُن کے اعمال اُن کو دکھائے جائیں ۔ پھر جس نے
مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۞	ذرّہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا ،
وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا	اور جس نے ذرّہ برابر بدی کی ہوگی وہ اس کو
يَّرَهٗ (زلزال ۶ تا ۸)	دیکھ لے گا ۔

پہلے فقرے کے دو معنی ہو سکتے ہیں ۔ ایک یہ کہ ہر ایک اکیلا اپنی انفرادی حیثیت میں ہوگا ۔ خاندان، جتھے، پارٹیاں، قومیں، سب بکھر جائیں گی ۔ یہ بات قرآن مجید میں دوسرے مقامات پر بھی فرمائی گئی ہے ۔ مثلاً سورۂ انعام میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس روز لوگوں سے فرمائے گا کہ " لو اب تم ویسے ہی تنِ تنہا ہمارے سامنے حاضر ہو گئے جیسا ہم نے پہلی مرتبہ تمہیں پیدا کیا تھا " (آیت ۹۴) ۔ اور سورۂ مریم میں فرمایا " یہ اکیلا ہمارے پاس آئے گا " (آیت ۸۰) ۔ اور یہ کہ " ان میں سے ہر ایک قیامت کے روز اللہ کے حضور اکیلا حاضر ہوگا " (آیت ۹۵) ۔ دوسرے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ وہ تمام لوگ جو ہزارہا برس کے دوران میں جگہ جگہ مرے تھے، زمین کے گوشے گوشے سے گروہ در گروہ چلے آ رہے ہوں گے، جیسا کہ سورۂ نبأ میں فرمایا گیا ہے کہ " جس روز صور میں پھونک مار دی جائے گی تم فوج در فوج آ جاؤ گے " (آیت ۱۸) ۔

اُن کو اُن کے اعمال دکھائے جانے کے معنی یہ ہیں کہ ہر نیک و بد کو اس کا نامۂ اعمال دے دیا جائے گا تاکہ وہ دیکھ لے کہ وہ دنیا میں کیا کر کے آیا ہے ۔ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اس کی تصریح فرمائی گئی ہے کہ کافر و مومن، صالح و فاسق، تابعِ فرمان اور نافرمان، سب کو ان کے نامۂ اعمال دیے ضرور جائیں گے (مثال کے طور پر ملاحظہ ہو الحاقّہ، آیات ۱۹، ۲۵، اور الانشقاق، آیات ۷، ۱۰) ۔ ظاہر ہے کہ کسی کو اُس کے اعمال دکھلانے، اور اس کا نامۂ اعمال اُس کے حوالے کرنے میں کوئی فرق نہیں ہے ۔ علاوہ بریں زمین جب اپنے اُوپر گذرے ہوئے حالات پیش کرے گی تو حق و باطل کی وہ کشمکش جو ابتدا سے برپا ہے اور قیامت تک برپا رہے گی، اُس کا پورا نقشہ بھی سب کے سامنے آ جائے گا، اور اس میں سب ہی دیکھ لیں گے کہ حق کے لیے کام کرنے والوں نے کیا کچھ کیا اور باطل کی حمایت کرنے والوں نے ان کے مقابلے میں کیا کیا حرکتیں کیں ۔ بعید نہیں کہ ہدایت کی طرف بلانے والوں اور ضلالت پھیلانے والوں کی ساری تقریریں اور گفتگوئیں لوگ اپنے کانوں سے سُن لیں ۔ دونوں طرف کی تحریروں اور لٹریچر کا پورا ریکارڈ جوں کا توں سب کے سامنے لا کر رکھ دیا جائے ۔ حق پرستوں پر باطل پرستوں کے ظلم، اور دونوں گروہوں کے درمیان برپا ہونے والے معرکوں کے

سارے مناظر میدانِ حشر کے حاضرین اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔

پھر یہ ارشاد کہ جس نے ذرّہ برابر نیکی کی ہوگی وہ بھی اسے دیکھ لے گا، اور جس نے ذرّہ برابر بدی کی ہوگی وہ بھی اسے دیکھ لے گا، اس کا ایک سیدھا سادھا مطلب تو یہ ہے اور یہ بالکل صحیح ہے کہ آدمی کی کوئی ذرّہ برابر نیکی یا بدی بھی ایسی نہیں ہوگی جو اس کے نامۂ اعمال میں درج ہونے سے رہ گئی ہو۔ اُسے وہ بہرحال دیکھ لے گا۔ لیکن اگر دیکھنے سے مُراد اُس کی جزا و سزا دیکھنا لیا جائے تو اس کا یہ مطلب لینا بالکل غلط ہے کہ آخرت میں ہر چھوٹی سے چھوٹی نیکی کی جزا اور ہر چھوٹی سے چھوٹی بدی کی سزا ہر شخص کو الگ الگ دی جائے گی، اور کوئی شخص بھی وہاں اپنی کسی نیکی کی جزا اور کسی بدی کی سزا پانے سے نہ بچے گا۔ کیونکہ اوّل تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ ایک ایک بُرے عمل کی سزا، اور ایک ایک اچھے عمل کی جزا الگ الگ دی جائے گی۔ دوسرے اس کے معنی یہ بھی ہیں کہ کوئی بڑے سے بڑا صالح مومن بھی اپنے کسی چھوٹے سے چھوٹے قصور کی سزا پانے سے نہ بچے گا اور کوئی بدترین کافر و ظالم اور بدکار انسان بھی اپنے کسی چھوٹے سے چھوٹے اچھے فعل کا اجر پائے بغیر نہ رہے گا۔ یہ دونوں معنی قرآن اور حدیث کی تصریحات کے بھی خلاف ہیں، اور عقل بھی اسے نہیں مانتی کہ یہ تقاضائے انصاف ہے۔ عقل کے لحاظ سے دیکھیے تو یہ بات آخر کیسے سمجھ میں آنے کے قابل ہے کہ آپ کا کوئی خادم نہایت وفادار اور خدمت گزار ہو، لیکن آپ اس کے کسی چھوٹے سے چھوٹے قصور کو بھی معاف نہ کریں، اور اس کی ایک ایک خدمت کا اجر و انعام دینے کے ساتھ اس کے ایک ایک قصور کو گن گن کر ہر ایک کی سزا بھی اسے دے ڈالیں۔ اسی طرح یہ بھی عقلاً ناقابلِ فہم ہے کہ آپ کا پروردہ کوئی شخص جس پر آپ کے بے شمار احسانات ہوں، وہ آپ سے غدّاری اور بے وفائی کرے اور آپ کے احسانات کا جواب ہمیشہ نمک حرامی ہی سے دیتا رہے، مگر آپ اس کے مجموعی رویّے کو نظرانداز کر کے اس کی ایک ایک غدّاری کی الگ سزا اور اس کی ایک ایک خدمت کی، خواہ وہ کسی وقت پانی لا کر دے دینے یا پنکھا جھل دینے ہی کی خدمت ہو، الگ جزا دیں۔ اب رہے قرآن و حدیث، تو وہ وضاحت کے ساتھ مومن، منافق، کافر، مومنِ صالح، مومنِ خطاکار، مومنِ ظالم و فاسق، محض کافر، اور کافرِ مفسد و ظالم وغیرہ مختلف قسم کے لوگوں کی جزا و سزا کا ایک مفصل قانون بیان کرتے ہیں اور یہ جزا و سزا دنیا سے آخرت تک انسان کی پوری زندگی پر حاوی ہے۔

اس سلسلے میں قرآن مجید اصولی طور پر چند باتیں بالکل وضاحت کے ساتھ بیان کرتا ہے:

اوّل یہ کہ کافر و مشرک اور منافق کے اعمال (یعنی وہ اعمال جن کو نیکی سمجھا جاتا ہے) ضائع کر دیے گئے،

آخرت میں وہ ان کا کوئی اجر نہیں پاسکیں گے۔ ان کا اگر کوئی اجر ہے بھی تو وہ دنیا ہی میں اُن کو مل جائے گا۔ مثال کے طور پر ملاحظہ ہو الاعراف ۱۴۷، التوبہ ۱۷، ۶۷ تا ۶۹۔ ہود ۱۵-۱۶۔ ابراہیم ۱۸۔ الکہف ۱۰۴-۱۰۵۔ النور ۳۹۔ الفرقان ۲۳۔ الاحزاب ۱۹۔ الزُّمَر ۶۵۔ الاَحقاف ۲۰۔

دوم: یہ کہ بدی کی سزا اُتنی ہی دی جائے گی جتنی بدی کی گئی ہے، مگر نیکیوں کی جزا اصل فعل سے زیادہ دی جائے گی، بلکہ کہیں تصریح ہے کہ ہر نیکی کا اجر اس سے دس گنا ہے، اور کہیں یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ اللہ جتنا چاہے نیکی کا اجر بڑھا کر دے۔ ملاحظہ ہو البقرہ ۲۶۱۔ الانعام ۱۶۰۔ یونس ۲۶-۲۷۔ النور ۳۸۔ القصص ۸۴۔ سبا ۳۷۔ المومن ۴۰۔

سوم: یہ کہ مومن اگر بڑے بڑے گناہوں سے پرہیز کریں گے تو اُن کے چھوٹے چھوٹے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔ النساء ۳۱۔ الشوریٰ ۳۷۔ النجم ۳۲۔

چہارم: یہ کہ مومنِ صالح سے ہلکا حساب لیا جائے گا، اس کی بُرائیوں سے درگزر کیا جائے گا، اور اس کے بہترین اعمال کے لحاظ سے اس کو اجر دیا جائے گا۔ العنکبوت ۷۔ الزمر ۳۵۔ الاحقاف ۱۶۔ الانشقاق ۸۔

احادیث بھی اس معاملہ کو بالکل صاف کر دیتی ہیں۔ ہم سورۂ انشقاق کی تفسیر میں وہ احادیث نقل کر چکے ہیں جو قیامت کے روز ہلکے حساب اور سخت حساب فہمی کی تشریح کرتے ہوئے حضورؐ نے فرمائی ہیں (تفہیم القرآن، جلد ششم، الانشقاق، حاشیہ ۶)۔ حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکرؓ صدیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے۔ اتنے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت ابوبکرؓ نے کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا اور عرض کیا "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا میں اُس ذرہ برابر بُرائی کا نتیجہ دیکھوں گا جو مجھ سے سرزد ہوئی؟" حضورؐ نے فرمایا "اے ابوبکرؓ، دنیا میں جو معاملہ بھی تمھیں ایسا پیش آتا ہے جو تمھیں ناگوار ہو وہ اُن ذرہ برابر بُرائیوں کا بدلہ ہے جو تم سے صادر ہوں، اور جو ذرّہ برابر نیکیاں بھی تمھاری ہیں، انھیں اللہ آخرت میں تمھارے لیے محفوظ رکھ رہا ہے۔" (ابن جریر، ابن ابی حاتم، طَبَرانی فی الاوسط، بَیہقی فی الشّعب، ابن المُنذِر، حاکم، ابن مَردُویہ، عَبد بن حُمَید)۔

حضرت ابوایوب انصاریؓ سے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کے بارے میں ارشاد فرمایا تھا کہ "تم میں سے جو شخص نیکی کرے گا، اس کی جزا آخرت میں ہے، اور جو کسی قسم کی بدی کرے گا وہ اِسی دُنیا میں اُس کی سزا مصائب اور امراض کی شکل میں بھگت لے گا۔" (ابن مَردُویہ)۔ قتادہؒ نے حضرت انسؓ کے

حوالہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ "اللہ تعالیٰ مومن پر ظلم نہیں کرتا۔ دنیا میں اس کی نیکیوں کے بدلے وہ رزق دیتا ہے۔ اور آخرت میں اُن کی جزا دے گا۔ رہا کافر، تو دنیا میں اُس کی بھلائیوں کا بدلہ چکا دیا جاتا ہے، پھر جب قیامت ہوگی، تو اس کے حساب میں کوئی نیکی نہ ہوگی"۔(ابن جریر) مسروق حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ "عبداللہ بن جُدعان جاہلیت کے زمانہ میں صلۂ رحمی کرتا تھا، مسکین کو کھانا کھلاتا تھا، مہمان نواز تھا، اسیروں کو رہائی دلواتا تھا۔ کیا آخرت میں یہ اُس کے لیے نافع ہوگا؟" حضورؐ نے فرمایا "نہیں، اس نے مرتے دم تک کبھی یہ نہیں کہا کہ رَبِّ اغْفِرْلِیْ خَطِیْئَتِیْ یَوْمَ الدِّیْنِ۔ "میرے پروردگار، روزِ جزا میں میری خطا معاف کیجیو" (ابنِ جریر) اسی طرح کے جوابات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض اور لوگوں کے بارے میں بھی دیے ہیں جو جاہلیت کے زمانے میں نیک کام کرتے تھے، مگر مرے کفر و شرک ہی کی حالت میں تھے۔ لیکن حضورؐ کے بعض ارشادات سے معلوم ہوتا ہے کہ کافر کی نیکی اُسے جہنم کے عذاب سے تو نہیں بچا سکتی، البتہ جہنّم میں اُس کو وہ سخت سزا نہ دی جائے گی جو ظالم اور فاسق اور بدکار کافروں کو دی جائے گی۔ مثلاً حدیث میں آیا ہے کہ حاتم طائی کی سخاوت کی وجہ سے اُس کو ہلکا عذاب دیا جائے گا۔ (رُوح المعانی)

تاہم یہ آیت انسان کو ایک بہت اہم حقیقت پر متنبہ کرتی ہے، اور وہ یہ ہے کہ ہر چھوٹی سے چھوٹی نیکی بھی اپنا ایک وزن اور اپنی ایک قدر رکھتی ہے، اور یہی حال بدی کا ہے کہ چھوٹی سے چھوٹی بدی بھی حساب میں آنے والی چیز ہے، یونہی نظر انداز کر دینے والی چیز نہیں ہے۔ اس لیے کسی چھوٹی نیکی کو چھوٹا سمجھ کر اُسے چھوڑنا نہیں چاہیے، کیونکر ایسی بہت سی نیکیاں مل کر اللہ تعالیٰ کے حساب میں ایک بہت بڑی نیکی قرار پا سکتی ہیں، اور کسی چھوٹی سے چھوٹی بدی کا ارتکاب بھی نہ کرنا چاہیے کیونکہ اس طرح کے بہت سے چھوٹے گناہ مل کر گناہوں کا ایک انبار بن سکتے ہیں۔ یہی بات ہے جس کو متعدد احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ بخاری و مسلم میں حضرت عدی بن حاتم سے یہ روایت منقول ہے کہ حضورؐ نے فرمایا "دوزخ کی آگ سے بچو خواہ وہ کھجور کا ایک ٹکڑا دینے یا ایک اچھی بات کہنے ہی کے ذریعہ سے ہو"۔ انہی حضرت عدی سے صحیح روایت میں حضورؐ کا یہ قول نقل ہوا ہے کہ "کسی نیک کام کو بھی حقیر نہ سمجھو، خواہ وہ کسی پانی مانگنے والے کے برتن میں ایک ڈول ڈال دینا ہو، یا یہی نیکی ہو کہ تم

اپنے کسی بھائی سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملو۔" بخاری میں حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ حضورؐ نے عورتوں کو خطاب کر کے فرمایا "اے مسلمان عورتو، کوئی پڑوسن اپنی پڑوسن کے ہاں کوئی چیز بھیجنے کو حقیر نہ سمجھے خواہ وہ بکری کا ایک کُھر ہی کیوں نہ ہو۔" مسند احمد، نسائی، اور ابن ماجہ میں حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ حضورؐ فرمایا کرتے تھے "اے عائشہؓ، اُن گناہوں سے بچی رہنا جن کو چھوٹا سمجھا جاتا ہے کیونکہ اللہ کے ہاں اُن کی پُرسش بھی ہونی ہے۔" مسند احمد میں حضرت عبداللہؓ بن مسعود کا بیان ہے کہ حضورؐ نے فرمایا "خبردار، چھوٹے گناہوں سے بچ کر رہنا، کیونکہ وہ سب آدمی پر جمع ہو جائیں گے، یہاں تک کہ اسے ہلاک کر دیں گے۔"

(باقی)

افغانستان کی اسلامی تحریک

—شدید آزمائشوں کے نرغے میں—

ترجمہ، خلیل حامدی صاحب

(یہ مضمون عربی ماہنامہ الغرباء کے شمارۂ فروری ۱۹۷۵ء میں شائع ہوا ہے، جو لندن سے مسلم سٹوڈنٹ سوسائٹی کے زیر اہتمام نکلتا ہے۔ مضمون نگار افغانستان کا ایک نوجوان ہے جس کا نام الغرباء میں شائع نہیں کیا گیا تاکہ اُس کے ملک میں اُس کی شامت نہ آجائے۔ خ ح)

افغانستان میں اسلامی تحریک پہلی مرتبہ ۱۹۶۸ء میں منظم طور پر کھلم کھلا منظر عام پر آئی۔ اس نے کابل یونیورسٹی کو اپنی تگ و تاز کا بنیادی مرکز قرار دیا۔ "شب نامۂ جہاد" کے عنوان سے اُس نے اپنا سب سے پہلا منشور جاری کیا۔ یہ منشور عوام الناس میں اور علی الخصوص یونیورسٹی کے نوجوان طلبا میں خفیہ طریقے سے تقسیم کیا گیا۔ اس میں تحریک کے اغراض و مقاصد اور اُسے قائم کرنے کے وجوہ اور دعوت کے اصول و اسالیب بیان کیے گئے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب افغانستان بالعموم اور طلبہ کے حلقے بالخصوص بائیں بازو کی تحریکوں اور شورشوں سے لرز رہے تھے۔ ان تحریکوں نے صرف جامعۂ کابل ہی کو نہیں تمام تعلیمی اداروں کو اپنی تخریب کاریوں کی آماجگاہ بنا رکھا تھا۔ اُن دنوں طلباء کی طرف سے جتنے مظاہرے کیے جا رہے تھے اور جو کچھ مہمیں چلائی جا رہی تھیں ان کی قیادت انہی بائیں بازو کی تحریکوں کے ہاتھ میں تھی۔ اور جامعۂ کابل اور افغانستان کے تمام مدارس میں ہر نوع کی سرگرمیوں پر ان کا مکمل قبضہ تھا۔ کوئی بھی گروہ یا ادارہ یہ ہمت نہ پا رہا تھا کہ اس سیلاب بلا کو روکے۔ جو کچھ وہ تحریکیں چاہتی تھیں بلا روک ٹوک اُسے نافذ کر دیتی تھیں۔ اُن کے پاس ماسکو سے، پیکنگ سے، مشرقی جرمنی سے اور دوسرے اشتراکی ممالک سے ڈھیروں لٹریچر پہنچ رہا تھا اور وہ اُسے وسیع پیمانے پر نوجوانوں کے اندر پھیلا رہی تھیں اور بھرپور طریقے سے نسلِ نو کے ذہن و فکر کو مسموم کر رہی تھیں۔ ان کے پاس جملہ مادّی اور مالی وسائل بے پناہ حد تک موجود تھے۔ پروپگنڈے کے اثرات اور مال و زر کی چمک دمک سے کمزور ایمان اور ضعیف اخلاق